يَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا ،وَبَشِّرُوْا وَلَا تُنَفِّرُوْا - [صحیح البخاری]

اختلاف قراءت کی حکمت اور اس کے فوائد پر مختصر مگر جامع تحریر

بنام

اختلاف قراءت

حکمت اور فوائد

تالیف:

محمد صادق مصباحی۔

دارالعلوم سعید العلوم، لچھمی پور، ضلع مہراج گنج، یو۔پی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
حامداً ومصلیاً ومسلماً

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے، بکثرت انبیا ورسل بھیجے۔ ان میں سے بعض پر، مزید فضل فرماتے ہوئے، انھیں کتابوں اور صحیفوں سے بھی نوازا۔ چناں چہ حضرت موسیٰ، حضرت داود اور حضرت عیسیٰ -علیہم الصلاۃ والسلام- پر، علی الترتیب توریت، زبور اور انجیل جیسی مقدس کتابیں نازل ہوئیں۔ خالق کائنات نے، باعث تخلیق کائنات، حضور سید عالم، محمد عربی، ارواحنا فداہ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- کو خاتم الانبیاء والمرسلین بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور آپ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کو قرآن جیسی معجز ومستحکم کتاب سے سرفراز فرمایا، جو تمام جن و انس کے لیے سراپا ہدایت و رہ نما ہے۔

کتب و صحائف کے نازل کرنے میں، سنت الٰہیہ یہ رہی ہے کہ ''لسانِ قوم'' کا اعتبار کیا گیا ہے۔ چوں کہ رسول اعظم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کے اولین مخاطب، اہل عرب تھے؛ اس لیے قرآن حکیم بھی عربی زبان میں نازل ہوا۔ پھر عربوں کی زبانیں اور لہجے باہم مختلف تھے، اور اپنی زبان اور لہجے کے بجاے کسی دوسرے کی زبان اور لہجے کے مطابق پڑھنا، ہر شخص کے لیے اسان نہیں، خاص طور پر بچوں، بوڑھوں، غلاموں اور

امیوں کے لیے، اس لیے اِنھیں اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ اپنی زبان اور لہجے میں قراءت کر سکتے ہیں۔

سنن ترمذی میں ہے کہ نبی کریم -علیہ الصلاۃ والتسلیم- نے ارشاد فرمایا:

((اے جبریل! میں ایک امی -اَن پڑھ- امت میں بھیجا گیا ہوں، جن میں بوڑھے، کم زور، غلام اور ایسے لوگ شامل ہیں، جو کچھ نہیں پڑھ سکتے۔تو حضرت جبریل -علیہ السلام- نے کہا: اے محمد! بے شک قرآن، سات حروف پر نازل کیا گیا ہے)) [ترمذی،رقم:۲۹۴۴]

مسند امام احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت جبریل -علیہ السلام- نے فرمایا:

((انھیں حکم دیں کہ وہ قرآن سات حروف -لغات- پر پڑھیں)) [مسند امام احمد بن حنبل، ج: ۵،ص:۱۳۲]

مذکورہ احادیث کریمہ سے یہ امر، روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ:

"قران کریم کے مختلف حروف پر نازل ہونے کا مقصد، رخصت اور آسانی ہے، تاکہ لوگ حرج و مشقت میں نہ پڑیں، خصوصًا ضعیف اور ناخواندہ لوگ۔"

اس رخصت کا فائدہ یہ ہوا کہ مختلف عرب قبائل کے لیے، قرآن کریم کا پڑھنا اور سمجھنا، آسان ہو گیا۔انھیں اس بات کی اجازت مل گئی کہ ان مختلف حروف و لغات میں سے، انھیں جس میں سہولت ہو، قرآن کریم کی قراءت کریں۔اگر انھیں ایک ہی لہجے

اور حرف/ لغت پر پڑھنے کا پابند کیا جاتا، تو لا محالہ ان سے غلطیاں سرزد ہوتیں، جو کسی صورت مفید نہ ہوتا، اور یہ امر، تبلیغ کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ کا سبب بنتا۔ لیکن رخصت کی صورت میں قاری کو جس حرف و قراءت کے پڑھنے میں آسانی ہوگی؛ وہی پڑھے گا، اس سے اس کا قلب بھی مطمئن ہوگا۔ خاص طور پر وہ اہل عرب، جو قریش کے لہجے اور لغت پر قراءت سے قاصر تھے۔

امام محمد جزری -رحمہ اللہ تعالیٰ- اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"انبیاے سابقین، ایک مخصوص قوم کی جانب مبعوث کیے جاتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے نبی کریم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم- کو جملہ عرب و عجم اور سرخ و سفید کی طرف مبعوث فرمایا۔ اہلِ عرب، جن کی جانب، ابتداء، قرآن مجید کا نزول ہوا، مختلف لغات اور لہجے رکھتے تھے، ان کے لیے یہ امر دشوار تھا کہ وہ مختلف لہجے اور لغات کے بجاے صرف ایک لغت میں قرآن کی تلاوت کریں، یا اپنی زبان کے لیے، کسی دوسری زبان کا کوئی حرف ادا کریں۔ بلکہ ان میں سے بعض تو ایسے بھی تھے، جو سیکھنے کے باوجود اس کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان میں بوڑھے، بچے، عورتیں اور ان پڑھ لوگ بھی تھے، جیسا کہ آپ -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- نے اس کی طرف اشارہ بھی فرمایا کہ:

((اگر انھیں اپنی زبان کے بجاے دوسری زبان اور لہجے کا پابند کیا جاتا، تو یہ ان پر گراں گزرتا۔ حالاں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف میں مبتلا نہیں فرماتا)) [لایکلف اللہ نفسا الا وسعها]" [النشر فی القراءات العشر، ج:۱، ص: ۲۲، دار الکتب العلمیہ، بیروت]

اس تمہیدی گفتگو کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے دس مشہور ائمۂ قراءت کا، اجمالاً تذکرہ کر دیا جائے۔

ائمۂ عشرہ کا اجمالی تعارف:

یوں تو صحابہ و تابعین میں، قرآن کریم کے متعدّد نام وَر قاری تھے۔ اس مختصر مضمون میں سب کا تذکرہ، ممکن نہیں۔ ہاں! اس فن میں جن دس قرا کو شہرتِ دوام حاصل ہوئی، اور علم قراءت کو جن کی جانب منسوب کیا گیا، ان کا تذکرہ، بطور اختصار کیا جاتا ہے۔

[۱] حضرت نافع بن عبد الرحمن بن ابی نعیم۔

انھوں نے ستر تابعین سے، علم قراءت حاصل کیا۔ انھیں میں ابو جعفر بھی ہیں۔

[۲] حضرت عبد اللہ بن کثیر بن مطلب قریشی۔

انھوں نے صحابیِ رسول، حضرت عبد اللہ بن سائب سے علم حاصل کیا۔

[۳] حضرت ابو عمرو بصری مازنی۔

انھوں نے یہ علم متعدّد تابعین سے حاصل کیا۔

[۴] حضرت عبد اللہ بن عامر یحصبی۔

انھوں نے حضرت ابو دردا اور اصحاب حضرت عثمان -رضی اللہ تعالیٰ عنہم- سے علم حاصل کیا۔

[۵] حضرت عاصم بن بہدلہ ابو النجود، اسدی۔

انھوں نے بھی تابعین سے علم حاصل کیا۔

[۶] حضرت حمزہ بن حبیب زیات۔

انھوں نے حضرت عاصم، اعمش، سبیعی، منصور بن معتمر، وغیرہ -رضی اللہ تعالیٰ عنہم- سے علم قراءت حاصل کیا۔

[۷] حضرت علی بن حمزہ بن عبداللہ اسدی، معروف بہ ”کسائی“۔

انھوں نے حضرت حمزہ اور حضرت ابو بکر بن عیاش سے علمِ قراءت سیکھا۔

پھر قرائے کرام، اطراف و اکناف میں منتشر ہوگئے اور گروہ در گروہ متفرق ہوتے رہے۔ [ملاحظہ ہو: القواعد الاساسیہ للشیخ علوی المالکی، ص: ۲۱، ۲۲، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، مئو، یو۔پی۔]

[۸] حضرت ابو جعفر یزید بن قعقاع مدنی۔

انھوں نے حضرت عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی، حضرت عبداللہ بن عباس ہاشمی، اور حضرت ابوہریرہ عبدالرحمن بن صخر دوسی -رضی اللہ تعالیٰ عنہم- سے قراءت کا علم حاصل کیا۔

[۹] حضرت یعقوب بن اسحاق حضرمی۔

انھوں نے حضرت ابومنذر سلام بن سلیمان مزنی، حضرت شہاب بن شریفہ، حضرت ابو یحییٰ مہدی بن میمون معولی، اور حضرت ابواشہب جعفر بن حبان عطاردی -رضی اللہ تعالیٰ عنہم- سے علم قراءت حاصل کیا۔

[۱۰] حضرت خلف بن ہشام۔

انھوں نے حضرت ابوعیسیٰ سلیم بن عیسیٰ حنفی، حضرت یعقوب بن خلیفہ اعشی، اور حضرت ابوزید سعید بن اوس انصاری -رضی اللہ تعالیٰ عنہم- سے علم قراءت حاصل کیا۔ [ملاحظہ ہو: النشر فی القراءات العشر، ج:۱، ص:۱۷۸، ۱۸۵، ۱۹۱]

دو دو مشہور راوی:

یہاں یہ امر واضح رہے کہ طرقِ عشرہ کے ہر طریق رواۃ میں سے دو، دو راوی زیادہ مشہور ہوئے۔ تفصیل حسبِ ذیل ہے:

[۱] حضرت نافع سے، قالون اور ورش، مشہور ہوئے۔

[۲] حضرت ابن کثیر سے، قنبل اور بزی مشہور ہوئے۔ انھوں نے آپ کے اصحاب سے، انھوں نے حضرت ابن کثیر سے روایت کی۔

[۳] حضرت ابو عمرو سے، الدوری، السوسی کو شہرت حاصل ہوئی۔ انہوں نے یزیدی سے، روایت کی۔ اور انھوں نے حضرت ابو عمرو سے۔

[۴] حضرت عبد اللہ بن عامر سے، ہشام اور ابن ذکوان مشہور ہوئے۔

[۵] حضرت عاصم کے طریق میں ابو بکر بن عیاش اور امام حفص نے شہرت پائی۔ انہوں نے حضرت عاصم سے روایت کی۔

[٦] حضرت حمزہ کے طریق سے خَلف اور خلاد مشہور ہوئے۔ انھوں نے سلیم سے روایت کی۔ انھوں نے حضرت حمزہ سے۔

[۷] حضرت امام کسائی سے الدوری اور ابو الحارث نے روایت کی۔ [ملاحظہ ہو: القواعد الاساسیہ للشیخ علوی المالکی، ص: ۲۱، ۲۲، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، مئو، یو۔پی۔]

[۸] حضرت ابو جعفر یزید بن قعقاع مدنی سے مسلم بن جماز، اور عیسیٰ بن وردان -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- مشہور ہوئے۔

[۹] حضرت یعقوب بن اسحاق حضرمی سے روح، اور رویس -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- کو شہرت ملی۔

[۱۰] حضرت خلف بن ہشام سے اسحاق الوراق، اور ادریس بن عبد الکریم -رضی اللہ تعالیٰ عنہما- معروف ہوئے۔ [ملاحظہ ہو: النشر فی القراءات العشر، ج:۱، ص:۱۷۸، ۱۸۵، ۱۹۱]

اقسام قراءت:

قراءت کی مندرجہ ذیل ۵/ مشہور قسمیں ہیں:

[۱] متواتر:

اس سے مراد، وہ قراءت ہے، جسے از ابتدا تا انتہاء، اتنے کثیر افراد نے، اپنے مثل سے نقل کیا ہو، جن کا جھوٹ پر اتفاق، ممکن نہ ہو۔اکثر قراءتیں، اسی طرح ہیں۔

[۲] مشہور:

یہ وہ قراءت ہے، جس کی سند صحیح ہو، اور درجۂ تواتر تک نہ پہنچی ہو۔قواعد عربیہ اور اجماعی لہجے کے موافق ہو، مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے موافق ہو، احتمالا ہی سہی۔قرا کے نزدیک مشہور ہو، نیز انھوں نے اسے غلط اور شذوذ میں نہ شمار کیا ہو۔جیسے وہ قراءت جس کی اسناد، ائمۂ سبعہ سے نقل کرنے میں اختلاف ہو۔یعنی بعض نے ان سے روایت کی ہو اور بعض نے نہیں۔

اس موضوع پر تصنیف کردہ کتب میں امام دانی کی ''التیسیر''، قصیدۂ شاطبی، اور امام ابن الجزری کی ''اوعیۃ النشر فی القراءات العشر''، اور ''تقریب النشر'' مشہور کتابیں ہیں۔

[۳] احاد:

اس قراءت کو کہتے ہیں جس کی سند صحیح ہو، لیکن مصاحفِ عثمانیہ یا لغتِ عربیہ کے خلاف ہو۔ یا ائمہ کے نزدیک مشہور نہ ہو۔ نہ اس پر قراءت کی جاتی ہو۔ جیسے: ﴿مُتَّكِـِٔيۡنَ عَلٰى رَفَارِفٍ خُضۡرٍ وَّعَبَاقِرِيٍّ حِسَانٍ﴾ جمع کے صیغے کے ساتھ۔اور جیسے ﴿فَرُوۡحٌ وَرَيۡحَانٌ﴾ بجاے "رَوۡحٌ" کے۔

[۴] شاذ:

وہ قراءت، جس کی سند صحیح نہ ہو، جیسے: ﴿مَلَكَ يومَ الدِّيۡنِ﴾، ماضی کے صیغے کے ساتھ۔اور ﴿إِيَّاكَ يُعبَدُ﴾ مضارع مجہول، واحد مذکر غائب کے ساتھ۔

[۵] موضوع:

جیسے: خزاعی کی قراءت۔

قراءت کی ایک قسم "مدرج" بھی بیان کی گئی ہے۔ مدرج کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً کسی مفسر نے بطور تفسیر، قراءت میں اضافہ کر دیا ہو۔جیسے حضرت حسن بصری -رضی اللہ تعالیٰ عنہ- کی قراءت: ﴿وَاِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا اَلۡوَرُوۡدُ اَلدُّخُوۡلُ﴾

امام انباری کے بقول:

''امام حسن کی طرف سے ''اَلْوَرُوْدُ'' کی تفسیر ''اَلدُّخُوْلُ'' سے کی گئی ہے، بعض رُواۃ سے غلط فہمی ہوئی اور انھوں نے اسے قرآن سے ملا دیا۔'' [القواعد الاساسیہ، ص: ۲۳،۲۴، دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی]

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ اختلافِ قراءت کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کی وجہ سے قرآن کریم میں کسی طرح کا تضاد یا تناقض پیدا ہوتا ہے، یا معانی میں کوئی التباس واشتباہ، یا مقاصد میں اضطراب و تناقض جنم لیتا ہے۔ بلکہ یہ اختلاف، حکمت والے اللہ کی جانب سے بندوں پر عظیم رحمت ہے۔ اس کی بعض قراءتیں ، بعض کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور اس کے معنیٰ ومفہوم کو واضح کرتی ہیں۔

اختلاف قراءت کی حکمت اور فوائد:

گزشتہ بیان سے جہاں اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ اختلاف قراءت کا اصل مقصد، رخصت اور آسانی ہے، وہیں مزید غور کیا جائے تو اس کے جلو میں، اس کی عظیم حکمتیں اور بڑے بڑے فوائد نظر آئیں گے۔ ان میں سے بعض کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

[ا] لغاتِ عرب کا تحفظ:

بلاشبہہ، قراءاتِ سبعہ متواترہ، عرب قبائل کے فصیح کلمات، عمدہ تراکیب و اسالیب، اور خوب تر لہجے پر مشتمل ہیں۔ اس بارے میں یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ عرب

کی تمام تر، فصیح ترین لغات، تقریبًا حروفِ سبعہ میں آ جاتی ہیں۔لیکن یہ امر بھی واضح رہے کہ قرآن مجید کا اکثر حصہ، لغتِ قریش اور اس کے لہجے کے مطابق نازل ہوا۔حروف سبعہ میں، لغت قریش کا وافر حصہ موجود ہے۔اگرچہ عربوں میں بہت سے لغات اور لہجے رائج تھے، لیکن فصاحت و بلاغت، قوت بیان و استدلال، اور حسنِ ادا میں، سب یکساں نہیں۔ ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہے۔خاص طور پر لغت قریش کا جواب نہیں۔ اس کا ادبی مقام بہت بلند ہے۔

اس کے برعکس، بعض دیگر لغات میں فصاحت و بلاغت کا وہ معیار قائم نہیں، ان میں بعض لغوی عیوب بھی ہیں۔جیسا کہ اہل علم ان سے واقف ہیں۔اور قرآن حکیم جس لغت میں نازل ہوا، وہ باقی لغات سے ارفع واعلیٰ ہے۔

بقول امام ابو عبید، فصیح ترین لغات، درج ذیل ہیں:

[ا] ہوازن: اس میں درج ذیل قبائل شامل ہیں:

(۱) سعد بن بکر،(۲) جشم بن بکر، (۳) نصر بن معاویہ، (۴) اور ثقیف۔

[۲] بنو دارم: انھیں سفلی تمیم بھی کہا جاتا ہے۔امام ابو عمرو بن العلاء المازنی کے مطابق:

”عرب کے فصیح ترین قبائل میں سے، علیا ہوازن اور سفلی تمیم ہیں۔اور لغتِ قریش ان سب سے فصیح و بلیغ ہے۔اس کے اسباب، مندرجہ ذیل ہیں:

(۱) مکہ، عرب کے وسط میں واقع ہے۔

(۲) عجمی علاقوں سے بہت دور ہے۔

(۳) صحرائی علاقوں سے بھی دور ہے۔

مذکورہ اسباب کی بنا پر، لغت قریش نے عجمیوں اور صحرائی علاقے کے باشندوں کا اثر قبول نہیں کیا۔ اور شاید اسی وجہ سے، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے نبی اور اپنی کتاب، قرآن کریم کی لغت کے لیے منتخب فرمایا۔"

اس کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ قریش کی جانب لوگوں کے دل مائل تھے، لوگ حج و عمرہ کی ادائگی کے لیے یہاں آتے، ان میں ان کے شعرا و ادبا بھی ہوتے، قریش ان کی لغت سے اچھی چیزیں لے لیتے، اور بے کار چیزیں چھوڑ دیتے، جس سے قریش کی زبان میں نکھار پیدا ہو گیا، اور اسے خوب ترقی ملی۔

یہاں یہ امر واضح رہے کہ قیام مکہ کے دوران تقریبًا ۱۳/ سال تک قرآن کی قراءت، لغت قریش پر ہوتی رہی، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں اہل ایمان کا تعلق، قریش سے تھا، یا ان قبائل سے تھا جو قریش کے قرب و جوار میں بستے تھے، اور ان کا لب و لہجہ قریش سے ملتا جُلتا تھا۔ انھیں لغتِ قریش پر پڑھنے میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی ۔ لیکن ہجرت کے بعد یہ صورت حال بدل گئی۔ مختلف قبائل کے لوگ دامنِ اسلام سے وابستہ ہونے لگے، جن کی زبانیں، لغت قریش سے کافی مختلف تھیں، اوس و خزرج، یمن،

نجد، بحرین، حضرموت اور شام و عراق کے باشندوں کے لغات، اسلوب اور طرزِ ادا جدا جدا تھے۔ان سب کے لیے قریش کے لغت کی موافقت کوئی آسان کام نہ تھا؛لھذا ان کی آسانی کے لیے قرآن کریم کو، سات حروف پر نازل کیا گیا۔صحیح مسلم شریف میں ہے:

((حضرت جبریل -علیہ السلام- نبی اکرم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- سے بنو غفار کے حوض پر ملے، اور قرآن کریم کے سات حروف پر نازل ہونے کی بشارت دی))
[صحیح مسلم، کتاب الصلاۃ، باب ان القرآن انزل علی سبعۃ حروف]

[۲] اختصار، اعجاز اور کمال بلاغت:

قرآن مجید، جہاں اپنے معانی و مفاہیم کے اعتبار سے کھلا ہوا معجزہ ہے، وہیں ترتیب کلمات، اسلوب نگارش اور فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے بھی ایک عظیم الشان معجزہ ہے، جس کی مثال رہتی دنیا تک پیش نہیں کی جا سکتی۔اختلاف قراءت، طرز و اسلوب بلاغت ہی کی ایک اہم صورت ہے۔

اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ ہر مسئلے کی کوئی نہ کوئی نص اور دلیل ہوتی ہے، جس سے اس مسئلے کا اثبات ہوتا ہے، مگر قرآن کریم کا یہ معجزہ ہے کہ اس کی ایک آیت سے کئی مسائل کا ثبوت ہوتا ہے۔ایک آیت کو ایک قراءت کے موافق پڑھیں تو اس سے ایک مسئلہ ثابت ہوتا ہے اور جب اسی آیت کو دوسری قراءت کے مطابق پڑھیں تو اس

سے دوسرے مسائل بھی ثابت ہوتے ہیں۔آیت وضو پر غور کیا جائے تو ایک قراءت کے مطابق:

''پیر دھونے کی فرضیت اور دوسری قراءت کے مطابق مسح علی الخفین کا مسئلہ ثابت ہوتا ہے۔''

یہ اختلاف قراءت کا اعجاز ہے جو قرآن کے من جانب اللہ ہونے کا واضح ثبوت ہے۔چوں کہ ہر قراءت ایک مستقل اور مکمل آیت کی منزل میں ہے؛ اس لیے اگر ایک ہی قراءت پر پڑھنے کی پابندی ہوتی تو یہ عظیم مقصد فوت ہو جاتا۔

[۳] قرآنی معجزے کے چیلنج میں توسیع:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدّد مقامات پر عرب وعجم، بلکہ جملہ مخلوقات کو یہ چیلنج دیا ہے کہ اگر سب مل بیٹھ کر چاہیں کہ قرآن جیسی ایک آیت بنا لیں، تو ان سے یہ نہ ہو سکے گا۔

حروفِ سبعہ پر نزول سے اس میں بے انتہا وسعت ہوگئی۔اب اس کے چیلنج کے دائرے میں صرف قریش ہی نہیں، بلکہ ہوازن، ثقیف، ہزیل، کنانہ، تمیم، یمن وغیرہ قبائل بھی شامل ہو گئے۔

اب کسی قبیلے کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہی کہ اگر قرآن کریم ہماری زبان میں نازل ہوا ہوتا تو ہم اس کا جواب پیش کر دیتے۔

[۴] حفظ و نقل کی سہولت:

اختصار و بلاغت کے ساتھ جب رسم الخط بھی یکساں ہو تو اسے یاد کرنا، اور نقل کرنا بھی بہت آسان ہو جاتا ہے۔اس فن کی مشہور زمانہ کتاب ’’النشر فی القراءات العشر‘‘ میں ہے:

’’قرآن مجید میں، جب اس قدر اختصار و بلاغت ہے تو جب ایک کلمہ میں کئی وجوہ ہوں، تو یاد کرنے والے کے لیے اسے یاد کرنا، اور سمجھنا زیادہ آسان ہوگا۔اور مختلف قراءات کے معانی و مفاہیم کو بیان کرنا بھی زیادہ مناسب ہوگا۔خاص طور پر جب رسم الخط میں یکسانیت ہو۔ [دیکھیے: النشر فی القراءات العشر، ج: ۱،ص: ۵۲، ۵۳، دار الکتب العلمیہ، بیروت]

[۵] اللہ کے رسول کی صداقت اور قرآن کی حقانیت:

حافظ ابن الجزری فرماتے ہیں:

اختلاف قراءت، نبی کریم -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- کی نبوت اور قرآن کی صداقت پر واضح ترین دلیل ہے؛ اس لیے کہ اختلاف قراءات کے باوجود، قرآن مجید، تضاد و تناقض سے پاک ہے۔کوئی قراءت، کسی دوسری قراءت کے مخالف نہیں، بلکہ ایک قراءت سے دوسری قراءت کی تصدیق و توضیح، اور تائید و تفسیر ہوتی ہے۔ ہر عاقل جانتا

ہے کہ یہ صفت، کلام خدا کا ہی خاصہ ہے۔اور جب قرآن، کلامِ الٰہی ہے، تو جس نبی پر اس کا نزول ہوا، بلاشبہہ وہ بھی سچے ہیں۔

[۶] ایک اہم خصوصیت:

جس طرح قرآن کریم کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس کی حفاظت کا ذمہ، خالق کائنات نے اپنے ذمۂ کرم پر لے لیا ہے، اسی طرح امت محمدیہ کے فضائل و کمالات اور قرآن کے اہم خصائص سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو مختلف حروف پر نازل فرمایا، قرآن کا ہر حرف منزل من اللہ ہے اور قرآن ہی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے رسول -صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم- نے فرمایا:

((تم جو حرف بھی پڑھ لو، صحیح ہے)) [صحیح مسلم، رقم:۸۲۱]

ایک روایت میں ہے:

((ان تمام حروف میں سے کوئی بھی حرف پڑھ لیا جائے، صحیح ہے)) [الابحاث فی القراءات، ص: ۱۸]

مشہور ومتفق علیہ حدیث پاک: ((إن القرآن أنزل على سبعة حروف)) سے بھی پتا چلتا ہے کہ ساتوں حروف کا نزول، من جانب اللہ ہے، تو ان کی حفاظت کا سامان

بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوگا؛ کیوں کہ اگر ان میں سے ایک حرف بھی ضائع ہوجائے تو حفاظت کا کوئی معنی نہیں رہ جاتا۔

[۷] متعدّد معانی کا حصول:

اختلاف قراءت کا ایک اہم فائدہ یہ ہے کہ اس سے متعدّد معانی کا حصول ہوتا ہے۔ مثلاً:

(۱) قرآن کریم میں مستعمل، مترادف کلمات کے ایک سے زائد معنیٰ ہوتے ہیں، جیسے بُلانے کے لیے: هَلُمَّ، تَعَالِ، اور أَقْبِلْ کا استعمال ۔ اس معنیٰ کے علاوہ کچھ دوسرے معانی بھی ان میں موجود ہیں۔ جیسے:

- هَلُمَّ: کسی کو نرمی سے بلانے کے لیے آتا ہے جو متکلّم کی طرف راغب ہو۔
- تَعَالِ: بیٹھے ہوئے کو، یا کسی کو نیچے سے اوپر بلانے کے لیے آتا ہے۔
- أَقْبِلْ: کسی کو سختی کے ساتھ بلانے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

(۲) تفسیر ومعانی میں نئے نئے نکات:

(۱) قرآن مجید میں ہے:

﴿رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا﴾ [سورة سبا: ۳۴، الآية: ۱۹]

ترجمہ: ﴿اے ہمارے رب! ہمارے سفر کی مسافتیں لمبی کردے﴾

آیتِ کریمہ میں لفظِ ﴿بَاعِدْ﴾ کو ﴿بَعِّدْ﴾ اور ﴿بَاعَدَ﴾ بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلی قراءت میں کلمۂ ﴿بَاعِدْ﴾ سے اشارہ ہے کہ انھوں نے اپنی سرکشی کے سبب، سفر میں دوری طلب کی۔

دوسری قراءت ﴿بَعِّدْ﴾ سے سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے اس مطالبے پر اڑے رہے۔

اور تیسری قراءت ﴿بَاعَدَ﴾ سے معلوم ہوا کہ ذلت و مشقت کے نزول کے سبب، ان میں کم زوری اور سرکشی در آئی۔

(۲) سورۂ ہود میں ہے:

﴿إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾[سورة هود: ۱۱، الآية: ۴۶]

اس میں ایک قراءت ﴿عَمِلَ غَيرَ صَالِحٍ﴾ بھی ہے۔ پہلی آیت میں حضرت نوح -علیہ السلام- کو، ان کے نافرمان بیٹے کی نجات کے سوال پر عتاب کیا گیا کہ ایسے نافرمان کی بخشش کا مطالبہ، غیر محمود فعل ہے؛کیوں کہ کفر کے سبب کسی کے لیے رحمت و بخشش کی امید نہیں کی جا سکتی۔

جب کہ دوسری قراءت میں انھیں یہ خبر دی جا رہی ہے کہ اس کا عمل، اچھا نہیں؛ لہذا وہ کسی رحم و کرم کا سزا وار نہیں۔

(۳) مختلف فقہی احکام کا استنباط:

اس کی بکثرت مثالیں ہیں، اختصار کے پیش نظر یہاں صرف دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) سورۂ بقرہ میں ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ﴾ [سورة البقرة: ۲، الآية: ۲۲۲]

اس میں ایک دوسری قراءت ﴿حَتَّىٰ يَطَّهَّرْنَ﴾ (طا اور ھا کی تشدید کے ساتھ) ہے۔ پہلی قراءت سے یہ فقہی حکم مستنبط ہوا کہ جب تک عورت، حیض سے پاک نہ ہو جائے، اس وقت تک اس سے جماع ممنوع ہے؛ کیوں کہ "طہر" کا معنی یہ ہے کہ حیض کا خون آنا موقوف ہو جائے۔

جب کہ دوسری قراءت سے ایک زائد معنی یہ مستنبط ہوتا ہے کہ عورت، دمِ حیض کے منقطع ہو جانے کے بعد، جب تک غسل کرکے خوب اچھی طرح پاک نہ ہوجائے، اس وقت تک اس سے قربت جائز نہیں۔

(۲) سورۃ المائدہ کی مشہور آیت، جس میں وضو کے فرائض کا بیان ہے، اس میں: ﴿وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ﴾ [سورة المائدة: ۵، الآية: ۶] وارد ہے۔ اس آیت میں ﴿أَرْجُلَكُمْ﴾ کے "لام" کو مفتوح پڑھنے کی صورت میں پاؤں دھونے کی فرضیت کی جانب اشارہ ہے؛ اس لیے کہ یہ ﴿وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ﴾ پر معطوف

ہے۔ یہاں ایک دوسری قراءت ﴿وَاَرْجُلِكُمْ﴾ بکسر اللام بھی ہے، جو ﴿بِرُؤسِكُمْ﴾ پر معطوف ہے، جس سے پیر پر مسح کی رخصت کا پتا چلتا ہے۔

مذکورہ بالا مثالوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہر دوسری قراءت کا، پہلی قراءت سے ایک زائد معنیٰ ومفہوم بھی ہے، جو پہلی قراءت کی تفصیل و تفسیر، یا تکمیل کر رہی ہے۔ یا دونوں قراءتیں، قریب المعنیٰ ہیں۔ اور یہ اہم اعجازِ قرآن کریم سے ہے۔

ایک اہم توضیح:

گزر چکا کہ اختلاف قراءت سے مراد، معانی میں تنوع ہے، نہ کہ تضاد و تناقض۔ جیسا کہ خود قرآن کریم میں ہے:

﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا﴾ [سورة النساء: ۴، الآية: ۸۲]

اب یہاں اخیر میں اختلاف قراءت کی چند صورتیں بیان کی جاتی ہیں۔

علمائے قراءت کے مطابق، اختلاف قراءت کی ۳؍ صورتیں ہیں:

(ا) اختلاف لفظ کے سبب معنیٰ میں اختلاف نہ ہو۔ جیسے ﴿الصراط﴾ کو ﴿السراط﴾ پڑھنا، یا اشمام کے ساتھ پڑھنا۔ یہ محض لہجے کا فرق ہے، اس سے معنیٰ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

(۲) لفظ کے اختلاف سے معنیٰ بدل جائے۔ لیکن دونوں معنوں میں کوئی علتِ جامعہ ہو۔ جیسے: ﴿مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ اسے ﴿مَلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ بھی پڑھا گیا ہے۔ پہلی قراءت کا معنیٰ ہے: ﴿روزِ جزا کا مالک﴾ جب کہ دوسری قراءت کا مفہوم ہے: ﴿روزِ جزا کا بادشاہ﴾ اور یہ دونوں معنیٰ، صفات الٰہیہ سے ہیں۔

(۳) امت مرحومہ پر تخفیف۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں، وضاحت کے ساتھ گزر چکا کہ کم زوروں، بچوں اور اَن پڑھ لوگوں کی رعایت کے سبب، انھیں اپنی زبان اور لہجے میں قراءت کی اجازت دی گئی۔[تفصیل کے لیے دیکھیں: النشر، ص: ۲۲،وما بعد]

دعا ہے کہ رب قدیر ہم سب کو فیضان قرآن سے مالا مال فرمائے۔آمین۔

واللہ الموفق، وهو المستعان، و صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۹/ رجب المرجب، ۱۴۴۱ھ

۱۵/ مارچ، ۲۰۲۰ء

محمد صادق مصباحی

دارالعلوم سعید العلوم، لچھمی پور، مہراج گنج، یو۔پی۔